بھارت میں مطالعۂ اقبال۔ دو زاویے

رفیع‌الدین ہاشمی

بھارت میں اقبال صدی کے حوالے سے ۱۹۷۳ء میں مطالعۂ اقبال کی جو تحریک شروع ہوئی تھی، ۱۹۷۷ء میں اس میں خاصی پیش رفت ہوئی اور اس کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ ۱۹۷۷ء کے بعد سے اب تک کے چھ سات برس ایک طرح سے مطالعۂ اقبال کی دوسری صدی کی تمہید ہیں۔ اس ابتدائی دور میں اقبال کی شاعری اور فکر کے مطالعے پر مبنی متعدد تنقیدی کتابیں منظر عام پر آئی ہیں۔ زیر نظر مضمون میں ہندوستان کے ایک دور افتادہ شہر گیا (بہار) سے شائع ہونے والی دو کتابوں کا تعارف و تجزیہ پیش کیا جا رہا ہے، جو اپنے مباحث کے اعتبار سے ہندوستان میں مطالعۂ اقبال کے دو اہم اور مختلف، بلکہ متضاد زاویے پیش کرتی ہیں۔ یہ کتابیں اردو کے دو نامور نقادوں کی کاوش کا نتیجہ ہیں اور یہ ایک دلچسپ اتفاق ہے کہ دونوں ناقدین یعنی پروفیسر کلیم‌الدین احمد اور ڈاکٹر عبدالمغنی کا تعلق پٹنہ سے ہے، اور دونوں ہی انگریزی زبان و ادب کے استاد ہیں[1]۔

(۱)

بھارت میں علامہ اقبال پر جتنی کچھ مخالفانہ تنقید ہوئی، اس کی بنیاد اقبال کے افکار و خیالات ہیں۔ "اقبال، ایک مطالعہ"[2] پہلی کتاب ہے

۱۔ یہ مضمون لکھا گیا تو کلیم‌الدین احمد بقید حیات تھے۔

۲۔ از کلیم‌الدین احمد۔ کریسنٹ پبلی کیشنز وہائٹ ہاؤس کمپاؤنڈ (بہار) جولائی ۱۹۷۹ء، ص ۳۱۶۔

جس میں اقبال کے خیالات کو حقارت کے ساتھ دیکھنے اور انہیں رد کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی شاعری کو بھی ہدفِ تنقید بنایا گیا ہے ۔

کلیم الدین احمد اردو کے نامور نقاد ہیں ۔ تنقید میں وہ ایک مخصوص اور منفرد نقطۂ نظر رکھتے ہیں ، جسے مختصراً یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ اردو ادب مغربی ادب کیوں نہیں ہے ؟ اردو شاعری انہیں کسی کامل الفن شاعر سے خالی نظر آتی ہے ۔ تنقید کا وجود تو خیر ، ان کے نزدیک بس ایک مفروضہ ہے یا اقلیدس کا خیالی نقطہ یا معشوق کی موہوم کمر ۔ (ویسے کلیم الدین احمد صاحب کے یہ استعارے بھی اردو شاعری ہی سے مستعار ہیں) اس کتاب کے پیش لفظ میں وہ اردو تنقید پر اپنا حملہ جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں :''اردو تنقید کی ذہنیت میں بت پرستی کچھ اس طرح رچ گئی ہے کہ اس نے دو بڑے دیوتا بنائے ہیں ، غالب اور اقبال'' ۔ کلیم الدین احمد صاحب کو اردو تنقید کی اس کج روی کا علاج اقبال کی 'بت شکنی' میں نظر آیا ، چنانچہ اس کتاب میں انہوں نے اقبال کے 'بت' پر اپنی تنقید کا گرز چلا کر اپنے تئیں اسے توڑنے کی مقدور بھر کوشش کی ہے ۔

پیش لفظ میں وہ لکھتے ہیں : ''اردو ادب دوسرے ادبوں کے مقابلے میں بہت کم عمر ہے ، اس لیے اگر یہ دوسرے ادبوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا ، تو اس میں تعجب کی بات نہیں اور نہ کچھ احساس کمتری کی ضرورت ہے'' (ص ٦) ۔ یہاں انہوں نے از راہِ شفقت اردو ادب کو جو مربیانہ رعایت عطا فرمائی ، ذرا ہی آگے چل کر ، وہ اس رعایت کو بھول جاتے ہیں ، اور اردو شاعری کے بارے میں ان کے روایتی اندازِ نقد کا یہ نمونہ سامنے آتا ہے کہ ''اردو میں نہ تو کوئی ڈان ہے ، نہ پوپ نہ بلیک ، نہ ورڈزورتھ ، نہ ہاپکنس ، نہ ٹیٹس ، نہ ایلیٹ ہے ۔ یہ تو صرف چند انگریزی شعرا تھے ۔ اگر فرنچ ، جرمن ، اٹیاین ، اسپینش اور دوسری زبانوں کو لیجیے تو فہرست لمبی ہوتی جائے گی ۔ غرض مغربی شاعری ایک بحرِ زخار ہے ، جس کے مقابلے میں اردو شاعری ایک چھوٹا سا چشمہ ہے ۔ یوں مینڈک کے لیے چشمہ ہی بحر زخار ہے یا کنواں ساری دنیا ہے'' (ص ۷) ۔ کلیم الدین احمد کا ذہن مغرب سے شدید طور پر مرعوب ہے اور اسی مرعوبیت کے زیرِ اثر انہوں نے اردو شعر و ادب پر ہمیشہ تحقیر کی نظر ڈالی ہے ۔ اقبال پر لکھتے ہوئے بھی ، ان کی تنقید میں

یہی ذہنیت کارفرما رہی ہے - اس کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں :
''اقبال شاعر تھے ، اچھے شاعر تھے اور وہ زیادہ اچھے شاعر ہو سکتے تھے ، اگر وہ شاعر ہونے پر قناعت کرتے اور پیغمبر بننے پر مصر نہ ہوتے - اس پیغمبری نے ان کی شاعری پر ایک کاری ضرب لگائی (ص ۷) قطع نظر کلیم‌الدین احمد صاحب کے اس سرپرستانہ اور مربیانہ لہجے کے ، جو درج بالا اقتباس کے ابتدائی حصے سے ظاہر ہے ، انہیں اعتراض اس بات پر ہے کہ اقبال نے شاعری میں پیغمبری کیوں کی - کئی جگہ انہوں نے یہی نکتہ اٹھایا ہے کہ اقبال شاعری کو چھوڑ کر تعلیم اور پیام کے راستے پر گامزن ہو گئے ہیں -

پہلا طویل مضمون (دانتے اور اقبال : ۱۴۰ صفحات) ایک اعتبار سے دانتے کی مدلل مداحی ہے ، جس میں کلیم‌الدین احمد اقبال پر بار بار دانتے کی برتری دکھاتے ہیں—ان کے فنوں کی ایک جھلک دیکھیے :- دانتے کی ڈوائن کامیڈی سے چند مثالیں دینے کے بعد :'' یہ شاعری ہے ، جو اقبال کے بس بات نہیں'' (ص ۳۰) تقریباً ۱۸ صفحات میں ڈوائن کامیڈی کے چند مناظر پیش کرنے کے بعد : ''ایسی تصویر کشی ، اقبال کے بس کی بات نہیں'' (ص ۵۰) مزید دو صفحات کے بعد : ''ظاہر ہے کہ دانتے کی ڈوائن کامیڈی کے مقابلے میں ''جاوید نامہ'' ایک مفلس کا چراغ معلوم ہوتا ہے'' (ص ۵۲) ''جاوید نامہ'' اور ڈوائن کامیڈی سے مزید چند مثالیں پیش کرنے کے بعد : ''دانتے کی منظر نگاری میں وہ واقعیت ، وہ جزئیات نگاری ہے ، جو اقبال کے بس کی بات نہیں . . . اگر آپ ڈوائن کامیڈی کا تفصیلی مطالعہ کیجیے تو آپ کو اقبال کے تخیل کی مفلسی کا زیادہ احساس ہوگا'' (ص ۷۱) مزید دس صفحات بعد : ''پھر وہی احساس ہوتا ہے کہ اقبال کا تخیل مفلس تھا'' (ص ۸۲) کچھ آگے چل کر : ''دانتے کا تخیل ایک بحر زخار ہے - - - اور اقبال کا تخیل ایک جوئے کم آب ہے'' (ص ۹۰) مزید یہ کہ : ''پیش کش کا یہ ڈرامائی انداز اقبال کو نہیں آتا - اقبال اس قسم کی کوئی تصویر پیش نہیں کرتے : اور نہ کر سکتے ہیں کیونکہ یہ ان کے بس کی بات نہیں'' (ص ۹۵) اور آخر میں اس طرح کے فیصلے کو تو ان کی تنقید کا روز مرہ سمجھنا چاہیے - ''ظاہر ہے ہر مقام پر دانتے کی برتری ظاہر ہوتی ہے'' (ص ۹۷) -

دوسرے مضمون (اقبال کی پانچ نظمیں) میں کلیم‌الدین احمد نے

'ساقی نامہ' کو اقبال کی بہترین اردو نظم قرار دیتے ہوئے اقبال کی فن کاری اور شعریت کا اعتراف کیا ہے ۔ اس نظم کے بارے میں ان کی یہ رائے بسا غنیمت ہے کہ : ''ساقی نامہ البتہ ایک بہت ہی لطیف ، پیچیدہ ، رنگین اور توانا نظم ہے ، اور اس میں نقوش اور آہنگ کی ایسی فن کارانہ گونج (Reverberation) ہے ، جو اردو نظموں میں ناپید ہے''۔ (ص ۲۱۷) مگر بحیثیت مجموعی اقبال کی لمبی نظمیں ان کی نظر میں نہیں جچتیں ، کیونکہ ایک تو ان نظموں کا فورم ناقص ہے (ص ۱۵۸، ۸۳) دوسرے ان میں ربط و تسلسل کی کمی ہے ۔ نظموں کے بند ، ایک دوسرے سے آزاد ہیں ۔ حسنِ تعمیر و تناسب بھی موجود نہیں ۔ ان کے خیال میں ''خضرِ راہ'' میں فقط دو بند شعریت کے حامل ہیں ۔ باقی حصہ محض پیغام یا تعلیم ہے اور ترقی پسند شعرا کی طرح ایک طرح کا پروپیگنڈہ ''فنی حیثیت سے اسے کوئی امتیاز حاصل نہیں''۔ (ص ۱۵۶) 'طلوعِ اسلام' ہنگامی قسم کی نظم ہے ، جو خطیبانہ انداز میں لکھی گئی ہے ، جس میں بعض رجائی خیالات کی تکرار ملتی ہے ۔ اس نظم میں بھی ارتقائے خیال نہیں (ص ۱۶۳) ۔ 'ذوق و شوق' کا پہلا بند تو کلیم الدین احمد صاحب کے نزدیک قابلِ تعریف ہے ، مگر اس 'حسین شاعری' کے بعد جب اقبال عقل و عشق کے موضوع کی طرف آتے ہیں ، تو ہمارے ناقد کا لہجہ استہزائیہ ہو جاتا ہے ۔ وہ چوتھے بند (لوح بھی تو ۔ ۔ ۔ ۔) کو 'ذوق و شوق' کے فورم پر ایک بد نما دھبا قرار دیتے ہوئے حسبِ عادت موازنے کے لیے ایلیٹ کو کھینچ لاتے ہیں ، اور یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ کلیم الدین احمد صاحب کے خیال میں ایلیٹ ، بہر صورت اقبال سے بر تر ہیں ۔ ایلیٹ اور ساتھ ہی شیکسپیر اور شیلے وغیرہ کے حوالے 'مسجد قرطبہ' کے تجزیے میں بھی آئے ہیں ۔ اور یہاں بھی کلیم الدین احمد نے سندِ فوقیت شیکسپیر اور شیلے کو عطا فرمائی ہے ۔

کلیم الدین احمد صاحب کے اس رویے کو نرم ترین الفاظ میں صریح بد دیانتی کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے ۔ ویسے اگر کلیم الدین احمد کو معروضی طور پر یہی صورتِ حال نظر آتی ہو ، تو ہمیں یہ کہنے میں کوئی تامّل نہیں کہ پھر وہ بھی اردو تنقید کی اسی ذہنیت کا شکار ہو چکے ہیں ، جس میں ان کے بقول : ''بت پرستی کچھ ایسی رچ گئی کہ شعرا نے دیوتاؤں کی جگہ لے لی ہے اور دیوتاؤں کے ساتھ پجاری اس کے

سوا اور کیا کر سکتا ہے کہ ان پر روز عقیدت کے پھول چڑھائے" (ص ۵) فرق صرف اس قدر ہے کہ اردو تنقید نے تو صرف دو بت بنائے ہیں، غالب اور اقبال مگر کلیم‌الدین احمد کے ہاں مغرب کے تمام بڑے شاعر بت کا درجہ رکھتے ہیں، جبھی تو انہیں شکوہ ہے کہ: "اردو میں نہ تو کوئی ڈان ہے، نہ پوپ، نہ بلیک، نہ ورڈز ورتھ، نہ ہاپکنس، نہ ٹینس اور نہ ایلیٹ"۔

نظموں کے برعکس، کلیم‌الدین احمد اقبال کی غزلوں کے مداح ہیں۔ ان کے خیال میں اقبال کی اردو اور فارسی غزلیں ایک بڑا کارنامہ ہے۔ طویل نظموں کے برعکس چھٹے مضمون (اقبال کی آٹھ مختصر نظمیں: ص ۳۰۲ - ۳۴۰) میں جناب کلیم‌الدین احمد، اقبال کی مختصر نظموں کی تھوڑی بہت تعریف کر ہی دیتے ہیں، مگر یہاں بھی وہ اقبال کا مغربی شعرا سے موازنہ کرتے ہوئے اقبال کے عیوب آشکار کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے—ایک ہی موضوع پر انہیں ٹینس کے مقابلے میں اقبال کے اشعار پھسپھسے معلوم ہوتے ہیں (ص ۳۱۰) اور ٹینس کے سے نقوش، اقبال کو میسر نہیں ہیں (ص ۳۱۱) کہیں اقبال کا خیال شیلے سے ماخوذ نظر آتا ہے (ص ۳۱۲)۔ انہوں نے "شاہین اور The Windhover" میں اقبال اور ہوپکنس کی نظموں کا موازنہ کیا ہے۔ اور نتیجہ ظاہر ہے کہ "شاہین میں وہ عظمت، وہ اندرونی روحانی کشمکش، وہ پیچیدگی، وہ دشواری اور وہ حسن کاری بھی نہیں جو The Windhover میں ہے" (ص ۳۶۷)۔ انہوں نے جتنی مثالیں دیں اور موازنہ کیا، اقبال ہمیشہ ہی کم تر نظر آئے۔ حالانکہ وہ خود معترف ہیں کہ ہوپکنس کی نظمیں مشکل اور کہیں کہیں غیر واضح ہیں اور انہیں سمجھنے اور شاعر کی فن کاری کے حسن کاری سے پورا پورا لطف اٹھانے کے لیے قاری کو ذہنی کاوش کی ضرورت ہے" (ص ۳۵۰)۔

کلیم‌الدین احمد نے اقبال کے افلاسِ تخیل کا تو بار بار ذکر کیا ہے، مگر انہوں نے اپنے تضادات کا احساس نہیں ہے۔ 'پیش لفظ' میں وہ کہتے ہیں کہ اردو ادب کم عمر ہے، اس لیے دوسرے ادبوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا، تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے، مگر جب ان کا قلم رواں ہوتا ہے، تو وہ مقابلے اور موازنے کے بغیر ایک قدم بھی آگے نہیں چل سکتے۔ "کم عمر اور نوخیز" اردو شاعری کا بار بار مغربی

ادب کے ''شاہکاروں'' سے موازنہ کرتے ہیں اور اردو شاعری ہمیشہ ہی کم تر ، اور حقیر ثابت ہوتی ہے -

اقبال کی شاعری پر بحث و نقد کے ضمن میں ان کے اکثر بیانات اس طرح کے ہیں :

ــ''یہ تو کوئی نئی بات نہیں'' (ص ۱۹۰) -

ــ''ظاہر ہے کہ یہ پیغامات نئے نہیں ، اور ان کی کوئی خاص اہمیت بھی نہیں'' (ص ۲۵) -

ــ''ظاہر ہے کہ یہ باتیں بھی نئی نہیں اور ان میں کوئی خاص صفت اور گہرائی بھی نہیں'' (ص ۱۲۶) -

ــ''جنت الفردوس میں جو باتیں ہوتی ہیں ، ان میں کوئی خاص بات نہیں'' (ص ۱۲۷) -

ــ''اقبال کی مناجات میں خیالات نئے نہیں'' (ص ۱۲۹) -

یہ انداز تنقید قدم قدم پر سامنے آتا ہے اور ہر صفحے دو صفحے بعد اس طرح کے جملوں کی تکرار ملتی ہے - سوال یہ ہے کہ اورجنیلیٹی کیا شے ہے؟ کیا مغرب کا ہر شاعر اورجنل ہے؟ اور کیا ان کے ہاں ہر خیال نیا ہے ، ہر بات نئی ہے؟ــ ایک جگہ وہ لکھتے ہیں : ''اس قسم کے خیالات مغربی شاعری میں عام ہیں'' (ص ۳۱۳) گویا انہیں خود اعتراف ہے کہ مغربی شاعری عام خیالات کی تکرار ہے ، اور اس میں کوئی بات نئی نہیں ، مگر کلیم الدین احمد صاحب کا تعصب انہیں کوئی ایسی بات کہنے کی اجازت نہیں دیتا ، جس سے مغربی شاعری یا ادب پر آنچ آتی ہو - چنانچہ موازنہ جب بھی ہوتا ہے تو انہیں پیش پا افتادگی (مغربی شاعروں کے ہاں نہیں) اقبال کے ہاں ہی نظر آتی ہے -

آخری مضمون (ملٹن اور اقبال : ص ۳۶۹ — ۴۱۶) کا آغاز اس طرح ہوتا ہے : ''اردو تنقید کی ایک کج روی یہ بھی ہے کہ اس میں واقف کار لوگ بھی ملٹن اور اقبال کا موازنہ کرتے ہیں ، صرف اس بناء پر کہ دونوں شاعروں میں ابلیس کا ذکر ہے - حالاں کہ صرف ابلیس کی مشترک شخصیت موازنے کا جواز ہے ، نہ ہو سکتی ہے -'' (ص ۳۶۹) لیکن 'کج روی' کا یہ راستہ اس قدر دل کش ہے کہ خود کلیم الدین احمد

بھی اسی کج روی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ۴۸ صفحات کا مفصل مضمون لکھ مارتے ہیں ، جس کا اختتام یوں ہوتا ہے :

'اس قسم کی شاعری ان (اقبال) کی دسترس سے باہر ہے ، اور اگر ان کی ابلیس سے متعلق جو نظمیں ہیں ، ان کا ''پیراڈائز لاسٹ'' کے جو چند نمونے میں نے پیش کیے ہیں ، ان سے موازنہ کیا جائے ، تو اقبال میں صرف باتیں ہی باتیں نظر آئیں گی ، جن میں کوئی بات نہیں ، اور اگرچہ میں ملٹن کی شعری عظمت کا قائل نہیں ہوں ، پھر بھی جو چند مثالیں میں نے پیش کی ہیں ، وہ اقبال کی نظموں کی مفلسی ظاہر کرتی ہیں خصوصاً ابلیس کی مجلس شوریٰ کا شیطان کی مجلسِ شوریٰ سے مقابلہ ایک قسم کی تنقیدی بدمذاقی اور بے راہ روی ہے - - - - اقبال کی نظم میں صرف الفاظ ، الفاظ ، الفاظ ہیں'' - (ص ۴۱۶)

کلیم الدین احمد کی زیرِنظر کتاب پر موضوعی نظر ڈالیں تو احساس ہوتا ہے کہ اقبال کی شاعری پر ان کی نظر ترچھی اور ٹیڑھی ، اندازِ تنقید منفی اور لہجہ طنزیہ و استہزائیہ ہے - ایک مثال دیکھیے :

کیا نہیں اور غزلوی کارگہِ حیات میں
بیٹھے ہیں کب سے منتظر اہلِ حرم کے سومنات
ذکرِ عرب کے سوز میں ، فکرِ عجم کے ساز میں
نے عربی مشاہدات ، نے عجمی تخیلات

یہ اشعار نقل کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں : ''اگر میں اقبال سے نا انصافی نہیں کر رہا ہوں ، تو ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی غزلوی کارگہِ حیات میں نہیں ، تو فکر نہ کرو ، اقبال تو موجود ہے - اگر ذکرِ عرب کے سوز میں عربی مشاہدات نہیں اور اگر فکرِ عجم کے ساز میں عجمی تخیلات نہیں تو کیا ہوا ، اقبال کے اشعار میں تو عربی مشاہدات اور عجمی تخیلات موجود ہیں'' (ص ۱۸۰) ایک اور جگہ لکھتے ہیں : ''پہلے حصے میں اقبال کا نظریۂ خودی ہے ، جس سے اس طلسمِ رنگ و بو کو توڑ سکتے ہیں ، اور یہی خودی توحید ہے ، جسے ہم آپ سمجھیں نہ سمجھیں ، اقبال سمجھتے ہیں'' (ص ۲۷۹) - اس طرح کے تنقیدی نمونوں سے اقبال کے لیے ، جناب ناقد کے دل میں چھپی ہوئی تحقیر و استہزا کا اندازہ لگانا مشکل نہیں - کلیم الدین احمد شاعری کو

جغرافیائی ، فلکیاتی اور حیاتیاتی حقائق اور کلیوں کی روشنی میں پرکھتے ہیں ۔ "جاوید نامہ" میں اقبال کا سفر سیاروں کی حقیقی ترتیب کے مطابق نہیں اس بنا پر وہ یہ کہتے ہوئے کہ : ''جس کا نظام ایسا ہو ، اس کی شاعری کیسی ہوگی'' اقبال کی شاعری کی تحقیر کرتے ہیں ۔ ایک اور مثال دیکھیے ''بانگِ درا'' کی نظم ''ستارہ'' کا یہ شعر :

اجل ہے لاکھوں ستاروں کی اک ولادتِ مہر
فنا کی نیند ہے زندگی کی مستی ہے

نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں : ''ولادتِ مہر سے لاکھوں ستارے فنا نہیں ہوتے ، البتہ وہ دن کو آنکھوں سے بظاہر اوجھل ہو جاتے ہیں ۔''

اس طرح کی تنقید پڑھتے ہوئے کلیم‌الدین احمد کی تحریر کی لغویت ، بے تکے پن اور ان کے نہایت غیر متوازن ذہن کا اندازہ ہوتا ہے ۔ اس توازن کی خرابی میں سب سے اہم عنصر مغرب سے موصوف کی شدید مرعوبیت ہے ۔ یہ مرعوبیت ان کی ذہنیت میں کچھ ایسی رچ بس گئی ہے کہ لگتا ہے ، وہ مغربی شاعری کے مقابلے میں اردو شاعری (اور مغربی شعراء کے مقابلے میں اقبال) کو ہیٹا ثابت کرنے کے خبط (Mania) میں مبتلا ہو گئے ہیں ۔ مغرب سے مرعوبیت نے کلیم‌الدین احمد کے ذہنی توازن پر کاری ضرب لگائی ہے ۔ اردو تنقید اگر بالفاظِ کلیم‌الدین احمد 'کج رو' ہے ، تو اس کی ذمہ‌داری کلیم‌الدین احمد جیسے نقادوں پر عائد ہوتی ہے ، جن کی سوچ یک رُخی ہے اور جن کا قلم توازن و اعتدال سے محروم ہو چکا ہے ۔

(۲)

ہندوستانی میں مطالعۂ اقبال کا دوسرا زاویہ پیش کرنے والی کتاب "اقبال اور عالمی ادب"[۱] ہے ۔ اس کے مصنّف پٹنہ یونیورسٹی کے شعبۂ انگریزی کے استاد ڈاکٹر عبدالمغنی ہیں ۔ ان کی اس تصنیف کا محرک جناب کلیم‌الدین احمد کی ''اقبال ــ ایک مطالعہ'' ہے ، اور مباحث کے بیشتر عنوانات بھی قریب قریب وہی ہیں ، جن پر کلیم‌الدین احمد نے

۱۔ کریسنٹ پبلی کیشنز ، وہائٹ ہاؤس کمپاؤنڈ ، گیا (بہار) اپریل ۱۹۸۲ء ۔ صفحات ۵۷۶ ۔

اظہار خیال کیا تھا ، تاہم عبدالمغنی صاحب کے الفاظ میں : ''یہ کتاب صرف جناب کلیم‌الدین احمد کی کتاب ''اقبال۔ایک مطالعہ'' کا جواب نہیں ہے ، بلکہ ''اقبال اور عالمی ادب'' کے موضوع پر مستقل بحث ہے ۔ اسی لیے میں نے کتاب کا نام بھی یہی رکھا ہے ، چنانچہ کلیم الدین احمد کی کتاب کے مباحث کو ، میں نے محض ''گریز'' کے طور پر لیا ہے''۔ (دیباچہ بعنوان : ''یہ کتاب'' ، ص : ۵) ۔ یہ ''گریز'' ہی اس کتاب میں اصل اہمیت رکھتا ہے ۔

پہلا مضمون ''اقبال ۔ ایک مطالعہ'' (ص ۱ — ۴۴) جناب کلیم‌الدین احمد کی کتاب پر ایک مجموعی تبصرہ ہے ۔ عبدالمغنی ، کلیم‌الدین احمد کے اس بیان سے متفق نہیں کہ اردو تنقید نے غالب اور اقبال کو دیوتا بنا کر ان کی پرستش شروع کر دی ہے۔عبدالمغنی سوال کرتے ہیں کہ : 'آخر اردو تنقید نے غالب کی تعریف و توصیف میں کتنا بڑا لٹریچر تخلیق کیا ہے کہ اس کی بناء پر معاملہ پرستش کی حد تک پہنچ گیا ہے ؟ کیا انگریزی تنقید نے شیکسپیر کی مدح و ثنا میں زمین و آسمان کے جو قلابے ملائے ہیں ، اور اس کی حمد و نعت میں جو ایک کتب خانہ تعمیر کرکے رکھ دیا ہے ، اس کا دسواں حصہ بھی بیچارے غالب کو میسر آیا ہے''؟ (ص ۲) اسی طرح ان کے خیال میں ابھی نہ تو اقبال کی فکر کی تشریح کا حق ادا ہوا ہے ، اور نہ فن کی پوری قدر شناسی ہو سکی ہے ۔ کلیم‌الدین احمد نے دعویٰ کیا تھا : ''مغربی شاعری ایک بحر ذخار ہے ، جس کے مقابلے میں اردو شاعری ایک چھوٹا سا چشمہ ہے ۔ عبدالمغنی نے اس بیان میں مضمر ایک مغالطے کی طرف متوجہ کیا ہے ۔ لکھتے ہیں : ''ذرا غور کیجیے کہ کس حکمت کے ساتھ انہوں نے پوری مغربی شاعری کی ڈھائی ہزار سالہ تاریخ کو مغرب کی سب سے لو عمر اور کم عمر انگریزی شاعری کے کھاتے میں درج کر دیا ، اور اس طرح اس کی عمر زبردستی بڑھا دی ۔ جب کہ مشرقی شاعری کی ہزاروں سال کی قدیم تاریخ سے اردو شاعری کو کاٹ کر اسے بہت کم عمر بھی قرار دیا ، اور فارسی و عربی شاعری سے اس کو ٹکرا دیا'' (ص ۸) فی الواقع یہ بات توجہ طلب ہے کہ اگر آپ مغربی شاعری کا ذکر کرتے ہیں تو پھر موازنے میں اردو شاعری کے ساتھ عربی ، فارسی اور سنسکرت ادبیات پر بھی غور کرنا ہوگا۔اس بات سے انکار کیوں کر ممکن ہے کہ گوئٹے

کا "مغربی دیوان" فارسی غزلوں کے زیر اثر اور ان کی تقلید میں مرتب ہو۔

اقبال پر کلیم الدین احمد کا ایک بڑا اعتراض یہ ہے کہ وہ شاعری کے بجائے پیغمبری کرنے لگتے ہیں۔ عبدالمغنی کا خیال ہے کہ ادبِ عالی (Classics) اکثر و بیشتر کسی نہ کسی فلسفے اور پیغام پر مبنی ہوتا ہے، بلکہ بیشتر شاہکار تخلیقات تو مذہبیات سے جذبہ حاصل کرکے تصنیف کی گئی ہیں اور اس ضمن میں وہ دانتے، شیکسپیر اور گوئٹے کی مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ دانتے کا طریہ خداوندی سراسر مسیحی دینیات و اخلاقیات پر مشتمل ہے اور اس کا موضوع صریحاً نجات ہے۔ گوئٹے کے "فاؤسٹ" کا محرک و مقصود بھی نجات ہے، اس کا پیغام چند نہایت سنجیدہ خیالات ہی نہیں اخلاقیات پر مشتمل ہے۔ اسی طرح ملٹن کی "فردوسِ گم گشتہ" کا عنوان ہی اشارہ کرتا ہے کہ اس میں الٰہیات، دینیات، اخلاقیات اور نجات کے سارے سبق موجود ہیں۔ جہاں تک شیکسپیر کا تعلق ہے، عبدالمغنی صاحب کے خیال میں وہ بھی یورپ کے ان شعراء میں شامل ہیں، جنہیں مسیحی جوالوں سے الگ کرکے نہیں سمجھا جا سکتا۔ یہاں عبدالمغنی صاحب نے قارئین کی توجہ ایک اہم نکتے کی طرف مبذول کرائی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یورپ کے متذکرہ بالا اہم شعراء انیسویں صدی سے قبل کی پیداوار ہیں اور محض علاقائی اور برِ اعظمی تہذیبوں کی آغوش میں پروان چڑھے، اس لیے انہیں زندگی کی پیچیدگیوں سے واسطہ نہیں پڑا۔ وہ ایک سیدھی سادھی بھولی فضا میں سانس لے رہے تھے اور مسائلِ حیات کا ایک بہت ہی معمولی سا بوجھ ان کے ذہن پر تھا۔ اس کے برعکس اقبال تاریخ کے ایک پیچیدہ دور اور ایک بالیدہ تہذیب و تمدن کے عین گرداب میں ابھرا، جب سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقیات کے پیش نظر، بعض دانش وروں کے نزدیک دنیا میں شاعری کا مستقبل ہی مشکوک ہونے لگا تھا، مگر اقبال کی عظمت یہ ہے کہ اس نے جدید تمدن و تہذیب کے پیدا کیے ہوئے مسائل زندگی کو مسائلِ فن میں ڈھال دیا اور اُس برقِ حیات ہی سے اپنے فن کی شمع روشن کی، جس نے ایلیٹ کے فن کو خاکستر کر دیا تھا۔

جناب عبدالمغنی، مغربی ادب کے شاہکاروں میں زندگی اور انسانیت کے اعلیٰ نصب العین کی موجودگی کا ذکر کرتے ہوئے کلیم الدین احمد سے سوال کرتے ہیں کہ اقبال کا فلسفہ و پیغام اور فکرِ نجات جناب

کلیم الدین احمد کے لیے اس حد تک کیوں سوہانِ روح ہے کہ وہ اس کو اقبال کی شاعری پر ''ایک کاری ضرب'' تصور کرتے ہیں؟—انہوں نے کتاب میں آگے چل کر اس کا اصل سبب بیان کیا ہے - وہ کہتے ہیں کہ کلیم الدین احمد کو اقبال کا نظامِ فکر ناپسند ہے - یہی وجہ ہے کہ انہیں اقبال کے ہاں شاعری یا جدتِ فکر وہاں نظر آتی ہے ، جہاں ان کے خیال میں اقبال اپنے نظامِ فکر سے انحراف کرتے نظر آتے ہیں یا دوسروں کے وہ تصورات پیش کرتے ہیں جو کلیم الدین احمد کے لیے مرغوب ہیں مثلاً جہاں اقبال ''احوالِ دوشیزۂ مریخ کہ دعوائے رسالت کردہ'' کے تحت صورت گری و کردار نگاری کرتے ہیں ، تو کلیم الدین احمد نے جاوید نامے کے اس حصے کی تعریف کی ہے ، عبدالمغنی صاحب کے خیال میں ، محض اس لیے کہ مریخ کی یہ مدّعیۂ نبوت مغرب کی تحریکِ آزادیِ نسواں کی علامت ہے -

''اقبال اور دانتے'' (ص ۴۵ ، ۲۱۵) میں مصنف نے کلیم الدین احمد کے متعدد تضادات کا ذکر کیا ہے - دانتے نے اپنے ڈرامے کا نام ''کامیڈیا'' رکھا تھا ' مگر اس کے مدّاحوں نے اسے اس حد تک الہامی اور مقدّس بنا دیا کہ وحیِ الٰہی سے جا ملایا ، اور اسے ''ڈوائن کامیڈی'' بنا دیا - اب کلیم الدین احمد صاحب کی نظر ، اہلِ مغرب کی اس حرکت کی طرف نہیں گئی بلکہ 'الزام صرف اردو والوں پر ہے کہ وہ اپنی چیزوں کی مدّاحی کرتے ہیں - یہاں تک کہ دیوانِ غالب کو ایک الہامی کتاب کہنے کی وجہ سے بیچارے بجنوری آج تک طعنہ سن رہے ہیں'' -

حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات
اسلام کا محاسبہ ، یورپ سے در گذر'' (ص ۶۴)

جناب کلیم الدین احمد نے کردار نگاری اور منظر کشی کے ضمن میں ''جاوید نامہ'' اور ''ڈوائن کامیڈی'' کے بعض حصوں کا موازنہ کرتے ہوئے اقبال پر دانتے کی برتری دکھائی تھی - عبد المغنی نے اس موازنے کا تجزیہ کرتے ہوئے بتایا کہ کرداروں کے موازنے میں کلیم الدین احمد ''بد ترین کتمانِ حق (Concealment and Suppression of facts) کے جرم'' کے مرتکب ہوئے ہیں - ان کے طریقِ واردات کے بارے میں جناب عبد المغنی لکھتے ہیں : ''جناب کلیم الدین احمد نے موازنے کی ایک

عجیب و غریب ، غیر منطقی اور غیر معقول تکنیک ۔ ۔ ۔ اختیار کی ہے ۔ اس کی بجائے کہ وہ کسی خاص مقام یا چند متعیّن مقامات کا تقابل پہلو بہ پہلو کرتے ، اور ان کا تجزیہ کرکے متعلقہ تنقیدی حقائق کی تشریح کرتے ، انہوں نے کیا یہ ہے کہ اقبال کے چند مناظر دے کر ، اُن کی تحقیر میں مبالغہ آمیز بیانات دے دیے ہیں ، اور پھر دانتے کے بہت سارے مناظر پیش کرکے ان کی تعظیم میں عقیدت کے پھول نچھاور کر دیے ، اور لطیفہ یہ کیا کہ اقبال کے بعض مختصر منظروں کو مختصر ہونے کی وجہ سے کم تر قرار دیا ، مگر دانتے کے ویسے ہی مختصر منظروں کو مختصر ہونے کے باوجود ، بلکہ مختصر ہونے کی وجہ سے اعلیٰ قرار دیا''۔ (ص ۱۲۹) اس کے بعد جناب عبد المغنی ، ڈوائن کامیڈی کے بارے میں کلیم الدین احمد کے اس بیان کے حوالے سے کہ : ''دانتے نے ڈوائن کامیڈی کا نقشہ مرتب و منظم اور اپنے وقت کے لحاظ سے حکیمانہ (Scientific) بنایا تھا ، اور اس کی تفصیلات منطقی بلکہ ریاضیاتی تعیّن کے ساتھ پیش کی تھیں'' ، یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ دانتے نے اپنے مذہب اور تمام مذاہب کی مسلّمہ روایات کے خلاف ، اپنے خیالی سفرِ آخرت کا ایک بڑا حصہ افلاک کے بجائے زمین پر کیوں گزارا؟ کلیم الدین احمد کہتے ہیں کہ دانتے کی عالی شان عمارت کی وسعت تحت الثریٰ سے عرشِ معلیٰ تک ہے (ص ۱۰) عبدالمغنی بجا طور پر پوچھتے ہیں : ''دوسری دنیا میں بھی کوئی تحت الثریٰ ہے''؟ (ص ٦٦) ۔ وہ کہتے ہیں تحت الثریٰ اور عرشِ معلیٰ کا جو پیوند دانتے نے لگایا ہے ، وہ بداہتاً اتصال بے جوڑ ہے ۔ دانتے اگر سیاروں کی سیر کر رہا ہے تو طبقاتِ ارض میں کیسے داخل ہو جاتا ہے ؟ جنت اور دوزخ زمین پر کہاں ہے ؟ دانتے کی تخیلی سیاحت کسی سائنسی تصور کی بنیاد پر ہے یا کسی مذہبی عقیدے کی بنیاد پر ؟ کلیم الدین احمد نے یہ کہہ کر کہ جاوید نامے میں اقبال کا سفر نظامِ بطلیموس کے مطابق ہے ، نہ نظامِ کوپرنیکس کے مطابق قرار دیا تھا کہ : ''اسے نظامِ اقبال کہہ لیجیے'' اور پھر اقبال پر بایں الفاظ طنز فرمایا تھا : ''لیکن جس کا نظام ایسا ہو ، اس کی شاعری کیسی ہوگی'' (ص ۲۲) جناب عبدالمغنی نے اسی حوالے سے لکھا ہے : ''واقعہ یہ ہے کہ دانتے کا نقشۂ سیاحت نہ تو نظامِ بطلیموس پر مبنی ہے ، نہ نظامِ کوپرنیکس پر ، نہ نظامِ مسیحیت پر ، بلکہ اسے نظامِ دانتے کہہ

لیجیے - بے بنیاد مذہبیت اور دقیانوسی سائنسیت کا ایک معجونِ مرکب یا چوں چوں کا ایک مربہ ، جس میں کچھ قاشیں زمین کی ہیں اور کچھ آسمان کی ، لیکن جس کا نظام ایسا ہو ، اس کی شاعری کیسی ہوگی - - - - تاالخ - اور یوں اقبال پر کیے جانے والے اعتراض کو عبدالمغنی نے دانتے پر اُلٹ دیا ہے -

کلیم الدین احمد نے اقبال کی طویل نظموں کو فرو تر قرار دیا تھا ، جناب عبدالمغنی نے ایسی نظموں کا مفصل تجزیہ کیا ہے - 'مسجد قرطبہ' پر جامع بحث کے بعد انہوں نے کلیم الدین احمد صاحب کو ایک طرح کا چیلنج دیا ہے - لکھتے ہیں - مسجد قرطبہ : 'دنیا کی بہترین نظم ہے - اس کے لازوال فنی حسن اور فکری بصیرت کے سامنے شیلے اور کیٹس کے کے سارے Odes اور دیگر نظمیں گرد ہیں - ٹیٹس کی Sailing to Byzantium اور ایلیٹ کی Waste Land تو کسی شمار ہی میں نہیں - شیکسپیر ، دانتے اور گوئٹے کی بھی کوئی نظم اگر مسجد قرطبہ کی ٹکر کی ہو ، تو جناب کلیم الدین احمد پیش فرمائیں اور تقابلی مطالعے کے لیے مباحثہ کریں - اردو میں لکھیں یا انگریزی میں تو سخن فہمیِ عالم بالا معلوم ہو جائے' (ص ۲۴۰) ـــ دیگر طویل نظموں پر انہوں نے کلیم الدین احمد کی تنقید ، بلکہ تنقیص کا جواب دیا ہے ، اور پھر ہر نظم کا تنقیدی تجزیہ کرتے ہوئے اُن کی شعری تحسین بھی کی ہے - مثلاً کلیم الدین احمد نے 'طلوعِ اسلام' کو اس کے 'خطیبانہ لہجے' کی بناء پر اسے محض ہنگامی قسم کی نظم قرار دیا تھا - جناب عبدالمغنی نے پہلے تو کلیم الدین احمد کے اعتراضات کا جائزہ لیا ہے ، بعد ازاں 'طلوعِ اسلام' کا ایک معروضی تنقیدی مطالعہ پیش کیا ہے - لکھتے ہیں : ''اقبال کی عظیم شاعری کا یہ اعلیٰ نمونہ معانی و مطالب کی تہوں اور رشتوں کا ایک طلسم انگیز اور خیال آفریں مرکب ہے - حالانکہ موضوع بہ ظاہر وقتی (Topical) قسم کا ہے ، لیکن یہ شاعر کا فنی برتاؤ اور اس کی فکری گہرائی ہے ، جو تخلیق کو لافانی بنا دیتی ہے ، چنانچہ ان واقعات کے گذر جانے کے بعد بھی جن سے تخلیق کا تار و پو تیار ہوا تھا ، شاعری کے فکری و فنی اثرات اپنی جگہ قائم ہیں" (ص ۳۰۹) جناب عبدالمغنی کا خیال ہے کہ : ''اس نظم کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ایک شخص دور حاضر میں اسلامی نشاۃِ ثانیہ سے

دلچسپی ، واقفیت اور ہمدردی رکھتا ہو ، اس لیے کہ نظم کا موضوع و مواد 'طلوع اسلام' ہے "۔ چونکہ کلیم الدین احمد کو اسلامی نشاۃ ثانیہ سے کوئی علاقہ نہیں ، اس لیے وہ نظم کی معروضی تنقید میں ناکام رہے ، ورنہ بقول ڈاکٹر عبدالمغنی : ''کمزوری 'طلوع اسلام' میں نہیں ، اُس ذہن میں ہے ، جو صرف غرب کا پرستار ہے'' ۔ (ص ۳۱۶) ـــ اقبال کی طویل نظموں پر کلیم الدین احمد کی تنقید کا جائزہ لینے کے بعد عبدالمغنی لکھتے ہیں : ''جناب کلیم الدین احمد کے تنقیدی مطالعات کی بنیادی اور مفلوج کن خامی یہ ہے کہ اپنے دعوے اور مطالبے کے بر خلاف ، کسی نظم کی وحدتِ تخیل پر نظر ڈالتے ہی نہیں ۔ وہ نظم کا مطالعہ بالکل غزل کی طرح کرتے ہیں ، جو محض نیم وحشیانہ نہیں ، مکمل طور پر وحشیانہ انداز تنقید ہے ۔ آخر یہ ایک منظم ہئیت نظم کی کون سی تنقید ہے کہ نظم کے اندر سے صرف کچھ Purple Patches کو چن کر اُن کی تعریف کر دی جائے اور باقی پوری نظم کو رد کر دیا جائے ؟ ایک طویل نظم کے مختلف حصے مختلف انداز کے ہوتے ہیں ، جیسے ایک متناسب جسم کے مختلف اعضا مختلف شکلوں کے ہوتے ہیں ، مگر سب اپنی اپنی جگہ اور اپنے اپنے طور پر ایک خاص وحدت کے رشتے میں بندھے ہوتے ہیں ، ایک ہی دھاگے سے پروئے ہوتے ہیں ، بالکل عضویاتی طور پر ۔ اقبال کی ہر قابل ذکر نظم مختلف الاعضا اور متنوع الجہات ہونے کے باوصف واحد الخیال اور واحد الاثر ہے'' (ص ۳۲۷) مزید آگے چل کر وہ کہتے ہیں : ''کلیم الدین احمد کی تنقید نگاری ، انگریزی الفاظ میں Confused and Confusing ہے ، حالانکہ وہ گمان کرتے ہیں کہ Clear aud Clarifying ہے ۔ یہ فریب بھی ہے اور فریب کاری بھی ، یعنی انگریزی الفاظ میں Illusion and Cheating'' ۔ (ص ۳۲۸) جناب کلیم الدین احمد نے اقبال کی طویل نظموں کے تجزیے میں 'ساقی نامہ' کو اقبال کی بہترین اُردو نظم قرار دیتے ہوئے اس کی تحسین کی تھی ، اس سلسلے میں ڈاکٹر عبدالمغنی لکھتے ہیں : ''چار بہترین نظموں کا مثلہ کر دیا گیا ، اور ایک نظم کو صرف اس لیے بخش دیا گیا کہ 'تلبیس' کا پردہ چاک نہ ہو ، ورنہ جو فرضی نقائص 'خضر راہ' ، 'طلوع اسلام' ، 'ذوق و شوق' اور 'مسجد قرطبہ' میں زبردستی دکھائے گئے ہیں ، وہی 'ساقی نامہ' میں بھی بآسانی دکھائے جا سکتے ہیں ، اگر اس کا قیمہ بھی اسی

طرح کر دیا جائے ، جس طرح باقی چار نظموں کا کر دیا گیا ہے ۔ خوبصورت سے خوبصورت جانور کو اگر ذبح کر کے قصاب کے چھرے سے اس کے ٹکڑے پارچے کر دیے جائیں تو ظاہر ہے کہ تناسب اعضا کا حسن ظاہر ہوگا ، اور نہ کسی خاص عضو کا ـــ" (ص ۳۲۸) ۔

جناب کلیم الدین احمد نے اقبال کی نظم شاہین اور ہوپکنس کی The Wind hover کے حوالے سے حسب عادت نہ صرف اقبال پر ہوپکنس کو برتر قرار دیا تھا ، بلکہ ہوپکنس کے ہاں 'شاعری کے ایسے امکانات کا پتا بھی دیا تھا ، "جن کی اردو شاعروں کو خبر نہیں" ـــ ڈاکٹر عبدالمغنی نے کلیم الدین احمد کے تجزیے کے ساتھ ساتھ متذکرہ دونوں نظموں پر بھی ناقدانہ نظر ڈالی ہے ، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کلیم الدین احمد یا تو شاعری کے لسانیاتی ، صوتیاتی اور نغماتی عناصر کے فہم سے عاری ہیں یا پھر شدید قسم کے تعصب اور اندھی تقلید میں مبتلا ہیں ۔ یہاں عبد المغنی نے ای ۔ ایم فوسٹر کی ایک بحث کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا ہے کہ فوسٹر نے یونانی اور فرانسیسی ادب کے ساتھ فارسی ادب کو بھی ایک معیار اور سند مان کر انگریزی ادب کے لیے اس کو ایک مثالی نمونہ قرار دیا ہے ۔ اس کے برعکس بقول ڈاکٹر عبد المغنی : "جناب کلیم الدین احمد ، انگریزی ادب و شاعری کو عمومی طور پر اور مطلقاً ایک مثالی نمونہ بنا کر اردو ادب و شاعری کی جانچ اور پرکھ اس کے معیار سے کرتے ہیں ۔ اس غلامانہ تقلید اور غلو آمیز وفاداری کے لیے انگریزی ہی میں ایک نہایت عبرت انگیز محاورہ ہے : "More Royalist than the King (ص ۴۱۸) جناب کلیم الدین احمد نے اقبال اور ہوپکنس کی متذکرہ نظموں کا پہلا شعر لے کر ان پر یہ تبصرہ کیا تھا : "اقبال کے یہاں صرف ایک نثری بیان ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اس میں نہ تو جذبات کی گرمی ہے ، نہ تخیل کی رنگ آمیزی ، بخلاف اس کے ہوپکنس [کے] یہاں شعریت بھی ہے ، جذبات کی گرمی بھی ہے اور تخیل کی رنگ آمیزی بھی" (ص ۳۵۳-۳۵۴) مگر ڈاکٹر عبد المغنی کہتے ہیں کہ ہوپکنس کا بیان "نہایت پر تصنع ، پر پیچ اور سستی قسم کی ترنم آفرینی پر مشتمل" ہے ۔ انہوں نے دونوں نظموں کا تجزیہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ شعر اقبال ایک جوئے نغمہ خواں ہے ، جبکہ ہوپکنس کی پر تکلف تصویروں میں ہاتھیوں کی طرح کی خوش فعلی کا بھاری بھر کم انداز ہے ، جس کا سرگم نہایت ثقیل ہے ۔

ہوپکنس کی نظم سے بعض مثالیں دے کر عبدالمغنی نے اس کی پیکر سازی کو تصنّع آمیز اور ترکیبوں کے آہنگ کو ناہموار اور غیر سلیس قرار دیا ہے ۔ مزید برآں نظم کے مطالعے میں غزل کی طرح ایک ایک شعر لے کر تجزیہ و مقابلہ کرنا ، بقول جناب عبدالمغنی ''ستم ظریفی کی حیرت انگیز مثال'' اور ''یک طرفہ تماشا'' ہے۔ ''شاعر سے تو مطالبہ ہے کلی ہیت نظم کا اور تنقید ہو رہی ہے تغزّل کے انداز سے ، فرداً فرداً اشعار لے کر''۔ جناب کلیم الدین احمد The Wind Hover کی تعریف میں رطب اللسان رہے ہیں ، مگر عبد المغنی کے خیال میں اس کے کئی حصے ''مجذوب کی بڑ'' معلوم ہوتے ہیں ، اس سلسلے میں انہوں نے کلیم الدین احمد کے حوالے ہی سے بتایا ہے کہ Chevalier کے مفہوم کے تعین میں رچرڈز اور امپسن جیسے ''نکتہ رس'' نقادوں نے بھی قیاس آرائیوں سے کام لیا ۔ بقول کلیم الدین احمد یہ نظم : ''بہت ہی مشکل اور پیچیدہ نظم ہے ۔ اسے سمجھنے کے لیے اسے بار بار پڑھنا پڑتا ہے''۔ اس بناء پر جناب عبد المغنی یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ : 'ہوپکنس ایک متشاعر (Poetaster) ہے ، جس کی پر تصنّع شاعری ژولیدہ بیانی اور مصنوعی ترنم کا ایک ملغوبہ ہے' (ص ۱۳۴) ۔

کلیم الدین احمد نے اپنے تجزیے میں ''شارح جاوید نامہ'' کے ایک اقتباس کو اپنے اس مزعومہ موقف کی تائید میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے کہ اقبال کی شاعرانہ استعداد مشکوک ہے اور انہیں شاعری سے کوئی دلچسپی نہیں (ص ۵۴ - ۵۵)۔ڈاکٹر عبد المغنی نے متذکرہ اقتباس کے سیاق و سباق کے حوالے سے بتایا ہے کہ : 'یوسف سلیم صاحب نے زیر بحث جملے ، اصلاً اور قطعاً اس معنے میں لکھے ہی نہیں ، جو ناقد موصوف ظاہر کرنا چاہتے ہیں - - - [اس لیے] یہ کھلی تلبیس اور جعل و فریب ہے'' (ص ۱۷۳ - ۱۷۴) انہوں نے چشتی صاحب کے مفصل اقتباس بھی دیے ہیں ، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف اقبال کی 'شاعرانہ استعداد' کے قائل ہیں ، بلکہ ''جاوید نامہ'' ان کے بقول ، اقبال : ''شاعرانہ کمالات کا بہترین نمونہ ہے - - - [اور] فلسفیانہ نظم ہونے کے باوجود پوری کتاب ادبی لطافتوں سے معمور ہے'۔ اس ''تسامح'' کے علاوہ انہوں نے جناب کلیم الدین احمد کے ''مبلغ علم'' کی طرف بھی بعض اشارے کیے ہیں ۔ مثلاً یہ کہ انہوں نے ایک جگہ غنی کاشمیری اور بھرتری ہری کے ساتھ شاہ ہمدان سید علی ہمدانی کو بھی شاعر قرار دے دیا (ص ۳۱) اس طرح

مغربی ادب سے کلیم الدین احمد جو مثالیں پیش کرتے ہوئے جگہ جگہ جو موازنے کیے ہیں ، ان کا جائزہ لینے کے بعد ڈاکٹر عبدالمغنی (جو کلیم الدین احمد کی طرح انگریزی ادبیات کے استاد ہیں اور مغربی ادب پر بھی نظر رکھتے ہیں) یہ نتیجہ اخذ کرنے میں غلط نہیں کہ : 'ان کا مغربی اور انگریزی ادب کا اُن کا مطالعہ ، جو ان کی ساری پونجی ہے ، بے حد خام ، محدود اور ناقابلِ اعتبار ہے' (ص ۲۱۶) ۔

ڈاکٹر عبدالمغنی کلیم الدین احمد کی مغرب زدگی اور ان کے مرعوب ذہن کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ : 'جہاں کہیں اقبال کے عیوب دریافت کیے جاتے ہیں ، تو ان کا مقابلہ انگریزی و مغربی تخلیقاتِ شعری کے محاسن سے کیا جاتا ہے ، جیسے یہ تخلیقات کوئی معیار اور نمونہ ہوں ، جن کے حوالے اور نسبت سے اقبال کی تخلیقات کو پرکھا جا رہا ہو ، اور پرکھ کا یہ عجیب و غریب انداز اتنا عام ہے کہ دوسرے اور تیسرے درجے کے شاعروں ، بلکہ متشاعروں کو اقبال سے بھڑا دیا جاتا ہے'۔ یہاں وہ کلیم الدین احمد کے ذہنی تضادات اور دہرے معیاروں کا بھی ذکر کرتے ہیں ۔ کلیم الدین احمد نے 'ساقی نامہ' کو بے عیب قرار دیا تھا ، اسی طرح روحِ ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے' ، 'شعاعِ امید' اور 'عقل و عشق' بھی ان کے نزدیک اچھی نظمیں ہیں ۔ عبدالمغنی پوچھتے ہیں کہ اقبال کی ان اچھی نظموں کا مقابلہ کسی انگریزی یا مغربی نظم سے کیوں نہیں کیا گیا؟ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ نظمیں کامل ہیں تو ان کا کوئی جواب انگریزی یا مغربی شاعری میں بھی ہے؟ اگر نہیں ہے تو کم از کم یہ تو کہنا چاہیے کہ یہ لاجواب تخلیقات ہیں ۔

ڈاکٹر عبدالمغنی صاحب کی زیرِ نظر کتاب پڑھتے ہوئے ان کے وسعتِ مطالعہ ، رچے ہوئے ذوقِ شعر و ادب اور تنقیدی بصیرت کا احساس ہوتا ہے ، مگر کہیں کہیں لگتا ہے ، وہ تلخ ہو گئے ہیں اور ترکی بہ ترکی جواب دینے پر اتر آئے ہیں ۔ بعض مقامات پر انہوں نے کلیم الدین احمد کے بعض جملوں کی پیروڑی بھی کی ہے ۔ مثلاً کلیم الدین احمد نے لکھا تھا : ''اردو میں نہ تو کوئی ڈن ہے ، نہ پوپ ، نہ بلیک ، نہ ورڈز ورتھ، نہ ہوپکنس ، نہ ٹیٹس ، نہ ایلیٹ'' ۔ اس حوالے سے ڈاکٹر عبدالمغنی کہتے ہیں : کلیم الدین احمد کا یہ خیال : ''تنقید کا عجیب و غریب نمونہ ہے ۔ ایسے بے معنی بیان کا سب سے آسان اور بالمقابل چست جواب تو یہ ہے

کہ کہا جائے : ''انگریزی میں نہ کوئی درد ہے ، نہ اکبر ، نہ مومن ، نہ جوش ، نہ ن م راشد ، نہ فیض'' (ص ۱۱) - اب یہ ظاہر تو یہ پیروڈی ہے ، مگر کلیم الدین احمد صاحب کی متذکرہ بالا تنقید کا جواب اس کے سوا اور ہو بھی کیا سکتا ہے—فی الحقیقت ''اقبال—ایک مطالعہ'' میں کلیم الدین احمد نے اس قدر مبالغے ، غلو ، تعصب اور بے انصافی سے کام لیا ہے کہ اُسے پڑھتے ہوئے بار بار ان کے تنقید کی سہمیّت کا احساس ہوتا ہے ، اگر فریقِ مخالف معقولیت اور اعتدال و انصاف کی ساری حدیں پھلانگ جائے تو ترکی بہ ترکی جواب دینے کا بہر حال ایک جواز نکل آتا ہے - بعض اوقات مخالف کو اُسی کی زبان اور اسی کے لہجے میں سمجھانا پڑھتا ہے - ڈاکٹر عبد المغنی کا یہ کہنا بے جا نہیں کہ کلیم الدین احمد کا ''ذہن ایک ناقد کا نہیں ، ایک عیب جو اور نکتہ چیں کا ہے ، اور ان کا مزاج ایک ادیب کا نہیں ، محاسب کا ہے - - - ان کے سارے خیالات منفی ، سلبی اور تخریبی ہیں اور ان کے تبصروں میں انصاف ، اعتدال اور توازن کا سراغ نہیں ملتا'' (ص ٦) -

اس کتاب کا آخری مضمون : ''عالمی ادب میں اقبال کا مقام'' کتاب کے مجموعی مناقشاتی اور جوابی رنگ سے مختلف ہے - اس میں مصنف نے آفاق ادب ، ادبیاتِ عالم کے تقابلی مطالعے اور عالمی ادب میں اقبال کے مقام پر کلام کیا ہے - اس مضمون میں انہوں نے کئی اہم باتیں کہی ہیں مثلاً یہ کہ مشرقی ادبیات کو ناقصِ محض قرار دیتے ہوئے مغربی معیارِ ادب کو اپنانے والی نسل وہ ہے ، جس کی نشو و نما میکالے کے تصور تعلیم کے تحت ہوئی - یہی وجہ ہے کہ اس کی ادبی تنقید مغربی حوالوں سے بھری پڑی ہے - جہاں تک اقبال کا تعلق ہے ، وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم رومی ، حافظ ، سعدی اور خیام کا موازنہ اقبال سے کرنا چاہیں تو نہ صرف افکار کی گراں مائیگی اور وسعت کے اعتبار سے ، بلکہ اصناف و اسالیب کی کثرت اور تنوع کے لحاظ سے بھی اقبال کی جامعیت کا مقابلہ ان میں کوئی ایک شاعر تنہا نہیں کر سکتا - اقبال کی شاعری ، صرف فارسی شاعری ہی نہیں ، پورے مشرقی ادبیات کی تمام شاعرانہ روایات کا نقطہ عروج ہے - فارسی ، سنسکرت اور عربی میں شاعری کے جتنے تجربات اقبال سے قبل ہو چکے تھے ، ان سب کے بہترین احساسات و نقوش کو اپنے اندر سمیٹ کر اور سمو کر اقبال کے فن نے ارتقا کا ایک نیا مرحلہ طے کیا - اقبال کا فن

مشرق میں اپنے پیش رووں کے کارناموں کی تجدید اور توسیع کرتا ہے ۔ اقبال کی شاعری ہی مشرقی ذہن کی بہترین نمایندہ ہے اور عالمی سطح پر اس کی آفاقی اہمیت کا پس منظر یہی ہے ۔ ڈاکٹر عبد المغنی نے اس مضمون میں آگے چل کر اقبال کا موازنہ تین عالمی شاعروں دانتے ، شیکسپیر اور گوئٹے سے کیا ہے ۔ ان کے خیال میں اقبال کو ان تینوں پر شاعرانہ تفوّق حاصل ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ مشرق اور ملتِ اسلامیہ کے پس منظر کے باوجود اقبال کا مقصود پوری انسانیت ہے اور اسلام کا اصولی تصوّر انہوں نے سراسر آفاقی سطح پر پیش کیا ہے ۔

ڈاکٹر عبد المغنی کی اس کتاب کو تنقیدِ اقبال کے ضمن میں ایک اہم کارنامہ قرار دیا جا سکتا ہے ۔ جوابی تنقید و تجزیے سے قطع نظر بھی انہوں نے مطالعۂ اقبال کے ضمن میں بعض نئے نکات و امکانات کی طرف اشارے کیے ہیں ، چنانچہ اس ضمن میں عالمی ادب کے حوالے اقبال کے مزید تفصیلی تقابلی مطالعے کی اہمیت واضح ہوتی ہے ۔ اس کتاب کے بعض حصے اقبال کی شاعری کی تفہیم و تحسین کے اعتبار سے بھی بہت اہم ہیں ۔

ڈاکٹر عبد المغنی ، جناب کلیم الدین احمد کے ہم وطن ہیں ، اور انہی کی طرح انگریزی کے اُستاد ۔ اُنہوں نے کلیم الدین احمد کا ، اُسی لہجے میں جواب لکھ کر حساب چکانے میں کوئی تاخیر نہیں کی ۔ ''اقبال ــ ایک مطالعہ'' کا جواب پاکستان سے لکھا جاتا ، تو اُس کی یہ اہمیت نہ ہوتی ۔ اس اعتبار سے عبدا لمغنی کی یہ کتاب دلچسپ ہے اور معنی خیز بھی ۔ میں اسے اقبال کی شاعری اور توانا فکر کا اعجاز کہوں گا ۔

فارسی کتب

قیمت

تذکرۂ شعرای کشمیر
از مرزا محمد اصلح ۵۰/- روپے

تذکرۂ شعرای کشمیر (جلد اول)
از پیر حسّام الدین راشدی ۵۰/- روپے

تذکرۂ شعرای کشمیر (جلد دوم)
از پیر حسّام الدین راشدی ۵۱/- روپے

تذکرۂ شعرای کشمیر (جلد سوم)
از پیر حسّام الدین راشدی ۵۱/- روپے

تذکرۂ شعرای کشمیر (جلد چہارم)
از پیر حسّام الدین راشدی ۵۰/- روپے

تذکرۂ شعرای پنجاب
از لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) خواجہ عبدالرشید ۵۱/- روپے

ضربِ کلیم
مترجمہ : ڈاکٹر عبدالحمید عرفانی ۲۲/- روپے

اقبال در راہِ مولوی
از ڈاکٹر سیّد محمد اکرم ۴۰/- روپے